سانحہ کربلا سے متعلقہ شبہات اور ان کا ازالہ

شبہ

صحیح سند سے ثابت ہے۔ جب یزید کو قتلِ حسین کی خبر ملی تو وہ رویا تھا۔ اگر وہ قاتل ہوتا تو کبھی نہ روتا۔ اسے تو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا۔

ازالہ

ملزم کا رونا اس کے بے قصور ہونے کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ یہ بات تو حامیانِ یزید بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی تقاریر میں ایک مخصوص فرقے کو قاتل ثابت کرنے کے لیے اکثر کہا کرتے ہیں۔ جو روتا ہے وہی قاتل ہوتا ہے۔ پھر اُس مخصوص فرقے کو لتاڑتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ ارے تم ہی قاتل ہو۔ کیونکہ تم روتے پیٹتے ہو اور دلیل یہ پیش

کرتے ہیں۔ جب برادرانِ یوسف سیدنا یوسف علیہ السلام کو ویران کنویں میں پھینک کر واپس پلٹنے لگے تو پیراہن یوسف پر کسی جانور کا خون لگا لیا۔ اور جیسے ہی گھر کے قریب پہنچے تو رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

"وجاءوا اباهم عشاء يبكون"

قرآن کہتا ہے۔ برادرانِ یوسف عشاء کے وقت روتے ہوئے واپس آئے تھے۔

دیکھو! خود ہی قاتل اور خود ہی رو رہے ہیں۔ ثابت ہوا، جو روئے وہی قاتل ہوتا ہے۔ لہٰذا تم ہی قاتل ہو۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمالیا یہ لوگ کس طرح ایک مجرم کی حمایت پر کمر بستہ ہو چکے ہیں۔ عقل و خرد سے کام لینا کب کا ان لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ مخصوص فرقہ سے وابستہ لوگ محرم کے مہینہ میں روئیں تو قاتل۔ لیکن یزید روئے تو

بے قصور ۔ عقل محوِ حیرت ہے۔عدل و انصاف ماتم کناں ہے۔

شُبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل سبائیوں نے کیا تھا۔ سبائی چونکہ ملتِ اسلامیہ میں اختلافات کا بیج بو کر اُمت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے تھے اس لیے یہ کاروائی انہوں نے کی۔

ازالہ

میدانِ کربلا میں دور دور تک کوئی سبائی نظر نہیں آتا۔ کربلا کے مرکزی کرداروں میں کوئی سبائی نہیں۔ نہ ہی ابنِ زیاد سبائی تھا اور نہ ہی شمر ملعون سبائیت کا پروردہ تھا اور نہ ہی عمرو بن سعد سبائیت کا آلہ کار تھا۔ یہ سب یزیدی تھے۔ حامیانِ یزید پر لازم ہے۔ کہ ثابت کریں ۔ابنِ زیاد، شمر، عمرو بن سعد یہ سب سبائی تھے۔ اگر کسی معتبر و مستند روایت سے ان

قاتلینِ حسین کا سبائی ہونا ثابت نہیں کرتے تو اعتراف کریں کہ قاتل سبائی نہیں بلکہ یزید اور اس کے اہلکاروں نے ہی خاندانِ رسالت کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگے ہیں۔

شُبہ

یزید نے کہا تھا۔ اللہ ابنِ مرجانہ یعنی ابنِ زیاد پر لعنت کرے میں نے تو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو کبھی بھی حسین کا قتل نہ ہونے دیتا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے ایک مسلمان کی زبان پر یقین کرتے ہوئے یہ تسلیم کرلیں کہ یزید بالکل بے قصور ہے۔

ازالہ

دنیا میں صرف ایک یزید ہی مسلمان ہے یا کوئی اور بھی مسلمان رہتا ہے۔ حُسنِ ظن کا صرف یزید ہی حق دار ہے یا دیگر مسلمانوں کے بارے میں بھی حسن ظن رکھنا چاہیے؟ جب کسی عام مسلمان پر قتل کا الزام لگتا ہے۔ وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ اس کے بارے میں حامیانِ یزید حسن ظن رکھتے ہوئے اسے قتل سے بری قرار کیوں

نہیں دیتے؟ ہم کہتے ہیں۔ تمام حامیانِ یزید و علمبردارانِ ناصبیت صرف ایک ایسی اسلامی عدالت کی نشاندہی کر دیں جہاں فاضل جج نے یہ کہہ کر ملزم کو بری قرار دے دیا ہو کہ ملزم رو رہا ہے۔ بار بار کہے جا رہا ہے۔ میں نے قتل نہیں کیا۔ لہٰذا عدالت اسے بری قرار دیتی ہے۔ زیادہ نہیں صرف ایک ہی ایسی عدالت کی نشاندہی کر دی جائے۔

شبہ

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے۔

ابوزرعہ الدمشقیؒ نے فرمایا:

معاویه، عبدالرحمن ، خالد وكانو من صالحى القوم "

یزید کے بیٹے معاویہ عبدالرحمٰن، خالد نہایت صالح افراد تھے۔

(البدایہ والنھایہ ج8 ص335)

ثابت ہوا کہ یزید صالح و موحد تھا کیونکہ جس کے بیٹے صالح ہوں وہ خود غیر صالح کیسے ہو سکتا ہے۔

اشکال

عبداللہ بن ابی بن ابی سلول امام المنافقین کا بیٹا جلیل القدر صحابی تھا۔ سچا مُحبِ رسول ﷺ تھا۔ کیا امام المنافقین ابی بن ابی سلول کو بھی صالح اور موّحد مان لیا جائے؟ ان حامیانِ یزید سے گزارش ہے کہ براہ کرم عبداللہ بن ابی سلول کے صالح، موحد اور سچا محبِ رسول ہونے کا فتوی بھی مشتہر کر دیں۔ کیونکہ اس کا بیٹا صالح و موحد تھا۔

نوٹ: العقد الفرید وہ کتاب ہے، جو کہ ناصبیوں کے ہاں بھی معتبر سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ ناصبیوں کے آقا و مولا محمود عباسی نے بڑے طمطراق سے اپنی تحریرات میں اس کی عبارتیں پیش کی ہیں۔

شبہ

یزید کی وفات کا تذکرہ علمائے کرام نے احترام کے ساتھ کیا ہے۔ اگر وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث ہوتا تو محدثین کبھی بھی اس کا تذکرہ ادب و احترام کے ساتھ نہ کرتے۔

ازالہ

ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

"اخذالله اخذ عزیز مقتدر"

(تھذیب التھذیب ج2ص338)

اللہ تعالیٰ نے یزید کو پکڑ لیا جس طرح غالب اور قدرت رکھنے والا پکڑا کرتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

"فما امهله الله وهلك بعد نيف و سبعون"

اللہ تعالیٰ نے یزید کو مہلت نہ دی۔ ستر سے کچھ زائد دن ہی گزرے ہوں گے کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج3ص225)

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"اخذالله اخذ عزیز مقتدر"

(اسماء الخلفاء ص357)

اللہ تعالیٰ نے یزید کو پکڑ لیا جس طرح غالب اور قدرت رکھنے والا پکڑا کرتا ہے۔

بتایئے یہ احترام آمیز تذکرہ ہے؟؟

شبہ

واقعہ کربلا اور حرہ کے بعد بھی لوگوں نے یزید نام رکھا اگر یزید قاتلِ حسین ہوتا تو لوگ اپنے بچوں کا نام یزید نہ رکھتے؟

ازالہ

ہر علاقے کا ایک ماحول ہوتا ہے۔ لفظ یزید عربی ہے۔ عربوں میں یہ نام پہلے ہی معروف تھا۔ بہت سے لوگوں کا نام (اس خبیث سے پہلے) بھی یزید تھا۔ حتیٰ کہ یزید کے تایا جان کا نام بھی "یزید" تھا۔ جو نام معاشرے میں کافی مشہور ہو چکا ہو۔ اس نام کا اگر کوئی ظالم بھی ہو تو بعض لوگ پھر بھی وہ نام رکھ لیتے ہیں۔

تاریخ میں ایسے ظالم بھی گزرے ہیں، جنہیں حامیانِ یزید بھی ظالم تصور کرتے ہیں۔ مثلاً حجاج بن یوسف، لیکن حجاج نام کے کتبِ احادیث میں کئی راوی موجود ہیں۔ کیا حجاج بن یوسف کو بھی ولی کامل قرار دے دیا جائے؟

اسی طرح سیدنا علی علیہ السلام کے قاتل کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اس امت میں کتنے لوگ ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن ہے اور اپنے بچوں کا نام بھی عبدالرحمٰن رکھتے ہیں۔ کیا یہ کہہ کر کہ مسلمان اپنے بچوں کا نام عبدالرحمٰن رکھتے آرہے ہیں۔ بڑی

بڑی عظیم شخصیات کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت علی کا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم نہیں۔ اگر عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علی کا قاتل ہوتا تو مسلمان اپنے بچوں کا نام عبدالرحمٰن نہ رکھتے۔ کیا ناصبی عبدالرحمٰن بن ملجم کو بھی سیدنا علی علیہ السلام کے قتل سے بری الذمہ قرار دینے کی ہمت رکھتے ہیں؟

اسی طرح ثقیف قبیلہ میں ایک " مختار" نامی شخصیت گزری ہے۔ جسے دنیا "امیر مختار ثقفی" کے نام سے جانتی ہے اور حامیان یزید اسے گالیاں دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنے بچوں کا نام مختار بھی رکھتے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں مختار ثقفی ان کے ہاں مقربانِ الٰہی و محبوبانِ خدا کی صف میں شامل ہو چکا ہے؟

نوٹ:۔ عجم میں یہ نام چونکہ معروف نہیں تھا۔ اس لیے اہلِ عجم اپنے بچوں کا نام "یزید" رکھنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔

حامیانِ یزید پر لازم ہے کہ وہ شواہد کے ساتھ ثابت کریں لوگوں نے اپنے بچوں کا نام اُسی "خبیث" کی نسبت سے "یزید" رکھا ہے۔

شُبہ

حضرت حسین کے فرزند علی بن حسین المعروف زین العابدین نے یزید کی بیعت کی تھی۔ ثابت ہوا کہ حضرت زین العابدین کے نزدیک یزید قتلِ حسین میں ملوث نہیں تھا۔ اگر یزید قاتلینِ حسین میں سے ہوتا تو کبھی بھی یزید کے پاس جاکر اس کی بیعت نہ کرتے۔

ازالہ

کسی بھی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت زین العابدین بارضاورغبت یزید کے پاس گئے ہوں اور اس کے

پاس جاکراس کی بیعت کی ہو۔جو شخص دعوی کرتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دلیل پیش کرے۔

شبہ

زین العابدین نے یزید کے بارے میں کہا تھا۔

"وصل اللہ امیرالمومنین"

اگر یزید قاتل ہوتا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت حسین کے لختِ جگر اپنے باپ کے قاتل کے بارے میں یہ الفاظ کہتے۔

ازالہ

درج بالا روایت انتہا درجے کی ضعیف و مردود روایت ہے۔ لہٰذا ضعیف و مردود روایت پر اتنے سنگین مسئلہ کی بنیاد رکھنا ان حامیانِ یزید ہی کا کام ہے اور تعجب ہے،ان حامیانِ

یزید پر کہ ہر وقت یہ ڈھنڈورا پیٹے رہتے ہیں کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے، یہ بھی ضعیف ہے اور خود یزید کی محبت میں انتہا درجے کی مردود روایات پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کی روایات پیش کرنا ان کے دلوں میں چھپے ہوئے اہل بیت کے بغض کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔

قارئین کرام:۔ شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ جو بات بات پر ضعیف ضعیف کی رٹ لگاتا ہو، وہ خود موضوع و مردود روایات کیسے بیان کر سکتا ہے۔ ہم آپ کے اطمینانِ قلب کے لیے صرف ایک مثال ذکر کیے دیتے ہیں۔ اگرچہ اس بارے ہم بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے۔آپ نے ایک کتاب بنام "رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا" کا نام سنا ہو گا۔ عصرِ حاضر کے ناصبیوں کے ہاں یہ کتاب انتہائی محبوب و مقدس تصور کی جاتی ہے۔ ہر سال کثیر تعداد میں یہ کتاب کارِ خیر سمجھ کر عوام

الناس میں فری تقسیم کرتے ہیں۔اس کتاب کے مصنف نے صفحہ انیس پر لکھا ہے۔حدیث میں آتا ہے۔

"من زار قبرا بلا مقبور کا نما عبدالصنم"

قارئین کرام:

درج بالا عربی الفاظ جنہیں مصنف نے حدیث قرار دیا ہے۔ دراصل یہ حدیث ہے ہی نہیں۔ تمام وکلائے یزید پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کہ درج بالا کلمات جنہیں حدیثِ رسول کا نام دے کر پیش کیا گیا ہے۔ذخیرہ حدیث میں بسندِ صحیح اور بطور حدیث رسول کے دکھلادیں۔

اعتراض:۔

اگر یزید نے قاتلینِ حسین سے انتقام نہیں لیا تو کیا ہوا۔ حضرت علی نے بھی قاتلینِ عثمان سے قصاص نہیں لیا تھا۔ جس طرح حضرت علی کی کوئی مجبوری ہو گی اس طرح یزید

کی بھی کوئی مجبوری ہو گی۔ حضرت علی پر تو اعتراض نہیں کیا جاتا۔ لیکن یزید پر کیوں کیا جاتا ہے۔

جواب:۔

1۔حضرت علی ﷛ کے ایمان کی گواہی اللہ اور اس کے رسول نے دے دی ہے۔ سیدنا علی ﷛ کے بارے میں بدگمانی حرام ہے۔ جبکہ یزید لعین کے ایمان کی گواہی تو درکنار اس کی مذمت میں صحیح احادیث وارد ہیں۔ لہٰذا ایسی ذات پر جس کے ایمان کی گواہی اللہ و رسول نے دی ہو، ایسے شخص کا قیاس کرنا جس کی مذمت صحیح احادیث سے ثابت ہو، انتہائی گھٹیا اور خلافِ شریعت حرکت ہے۔

2۔ حامیانِ یزید جب حضرت علی ﷛ کی خلافت کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو بڑے زور شور سے کہنے لگتے ہیں۔ کہ حضرت علی ﷛ کی تو خلافت ہی قائم نہیں ہوئی تھی اور حضرت علی ﷛ کی حکومت کو اکثر علاقوں نے تسلیم ہی نہیں کیا تھا اور جب یہی لوگ یزید کی حکومت کا تذکرہ کرتے ہیں تو

یزید کو خلیفہ برحق ثابت کرنے کے لیے کہنے لگتے ہیں۔ یزید کی خلافت تمام عرب و عجم نے تسلیم کر لی تھی سوائے تین چار افراد کے۔ بلکہ یہاںتک کہہ دیتے ہیں کہ جس قدر اتفاق یزید کی خلافت پر ہوا تاریخِ اسلام میں ایسا اتفاق کسی خلیفہ کی خلافت پر نہیں ہوا۔

قارئین کرام:۔

کیا ایسی شخصیت جس کی خلافت کو بقول حامیانِ یزید کے سوائے دو تین افراد کے تمام عرب و عجم نے تسلیم کر لیا ہو، کو ایسی شخصیت کی خلافت پر قیاس کیا جا سکتا ہے، جسے بقول حامیانِ یزید چند لوگوں نے خلیفہ تسلیم کیا ہو۔ نیز جس شخص کی خلافت ہی قائم نہ ہوئی ہو چند لوگوں نے اس کی بیعت کی ہو اگر وہ بااثر طبقہ سے قصاص نہ لے سکے تو اس کی مجبوری سمجھ میں آتی ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جس کی حکومت کو عرب و عجم نے تسلیم کر لیا ہو وہ اگر قاتلوں سے قصاص نہ

لے تو کوئی بھی منصف مزاج شخص اس کے بارے میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔

خروجِ حسین سے متعلقہ شبہات واعتراضات اور ان کا ازالہ

ہم بھی تاریخ کو اک نظر دیکھ لیں
سامنے آئیں اربابِ نقد و نظر
ہر روایت غلط ، ہر درایت غلط
یہ شہادت نہیں ہے اگر معتبر

شبہ

جب اہلِ مدینہ یزید کی بیعت توڑنے لگے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی آل اولاد کو اکٹھا کیا اور انہیں کہا:

"إني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة وإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله وإني لا أعلم غدرا أعظم من أن يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثم ينصب له القتال"

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، کہ ہر غدار کے لیے قیامت کے دن جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم نے اس شخص کی بیعت اللہ و

رسول کے حکم کے مطابق کی ہے اور میں نہیں جانتا، اس سے بڑی غداری کیا ہو سکتی ہے۔ کہ کسی آدمی کی بیعت کی جائے پھر اس کے ساتھ جنگ شروع کر دی جائے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 7111)

ثابت ہوا، یزید کی بیعت توڑنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں غداری تھا۔ جس شخص کی بیعت توڑنا غداری قرار پائے۔ اس کے خلاف خروج کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟

اشرالس

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"ذهبت لأنصر هذا الرجل فلقيني أبو بكرة ، فقال : أين تريد قلت أنصر هذا الرجل قال ارجع فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار ، فقلت : يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال إنه كان حريصا على قتل صاحبه.

(بخاری شریف حدیث نمبر 6875)

میں گھر سے چلا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اس آدمی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کروں۔ راستے میں میری ملاقات حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، میں علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے جا رہا ہوں۔ کہا واپس لوٹ جاؤ، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ جب دو مسلمان اپنی

تلواریں لے کر باہم لڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ قاتل تو دوزخی ہوالیکن مقتول دوزخی کیوں قرار پایا؟ فرمایا! اس لیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے قتل کا خواہش مند تھا۔

سوال یہ ہے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے استدال کی روشنی میں جنگِ جمل کے شرکاء جن میں جلیل القدر صحابہ بلکہ عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔انہیں نعوذ باللہ جہنمی تصور کر لیا جائے؟ جس طرح حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے استدلال کی روشنی میں جنگِ جمل کے شرکاء کو جہنمی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسطرح یزید کی بیعت توڑنے والوں کو یا اس کے خلاف خروج کرنے والوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی روشنی میں غدار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طبیعتیں نہایت ہی محتاط واقع ہوئی تھی۔ جہاں معمولی

سا شبہ بھی محسوس ہوتا۔ فوراً اس کام سے کنارہ کش ہو جاتے۔

شبہ

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کربلا ذکر کرنے سے پہلے لکھا ہے۔

"خروجه باهله من مكة ال العراق فی طلب الامارة"

یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا طلب امارت کی غرض سے اپنے اہل و عیال سمیت عراق کی طرف سفر کرنا۔ ثابت ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ دین کی خاطر نہیں بلکہ حکومت حاصل کرنے کی غرض سے نکلے تھے۔

ازالہ

حصول اقتدار کی خاطر میدان میں نکلنے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کی نیت ہی یہ ہوتی ہے کہ

اقتدار مل جائے تاکہ ہم دنیاوی مال و اسباب اکٹھا کر لیں۔ یہ لوگ شریعت کی نظر میں بدترین اور گھٹیا سوچ کے حامل تصور کیے جاتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ جن کی نیت صرف یہ ہوتی ہے کہ اقتدار مل جائے تاکہ دین کا علم بلند کیا جا سکے۔ اللہ کے دیے ہوئے وسائل کو عوام کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے۔ یہ سوچ لیکر اٹھنے والے شریعت اسلامیہ کی نظر میں بڑے عظیم لوگ ہوتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

"اجعلنی علی خزائن الارض"

سلطنت کے خزانے میرے کنڑول میں کر دیئے جائیں۔ تاکہ مصر کے وسائل کو نہایت احتیاط کے ساتھ رعایا کی بہتری کے لیے صرف کیا جائے۔ ثابت ہوا نیت اچھی ہو تو طلبِ

اقتدار کوئی بُری چیز نہیں۔ مخلوق کی بہتری و خوشحالی کے لیے تگ و دو کرنا عین عبادت ہے۔

حضرت حسین علیہ السلام اس غرض سے میدان میں نکلے تھے کہ برسر اقتدار طبقہ رعایا کے حقوق غصب کر رہا ہے۔ انسانوں کو اپنا غلام و محکوم بنا رکھا ہے۔ دین کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اس ظالم و بے حس حکمران طبقے سے اقتدار چھین کر عدل و انصاف کا نظام قائم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس نیت کے کیساتھ نکلنا دینی سفر ہی کہلائے گا نہ کہ دنیاوی۔

یاد رہے۔ دین اور سیاست لازم و ملزوم ہیں۔ دین اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے تو اسلام کے دامن میں نماز ، روزہ، حج اور صدقات و خیرات کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا۔ جب سیاست و حکومت کو دین سے الگ کر دیا جائے تو پھر حکومت چنگیزیت کا روپ دھار لیتی ہے۔ ہر سو فرعونیت و نمرودیت رقص کرتی نظر آتی ہے۔

اقبال نے یہی نکتہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ناصبی اپنی کج فہمی کے باعث اس حقیقت کو نہ سمجھ پائے۔

"جُدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

اور جب سے یہ سوچ عام ہوئی ہے کہ سیاست کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاست اور چیز ہے دین اور چیز ہے۔ اسلام دشمن اور کرپٹ طبقہ تخت واقتدار پر قابض ہو چکا ہے۔ اللہ کا نازل کردہ دین مسلمانوں کے دیس میں ہی اجنبی ہو کر رہ گیا ہے۔

شبہ

راستے میں مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر سن کر واپسی کا ارادہ کیا اگر جہاد کی نیت سے نکلے ہوتے تو واپسی کا گمان تک نہ کرتے کیونکہ جہاد سے واپس ہونا کبیرہ گناہ ہے۔

ازالہ

روایات بتلاتی ہیں کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی کوفہ کے سفر پر نکلے تھے۔ سیدنا مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کو اسی لیے کوفہ بھیجا تھا کہ وہاں کے حالات کا بغور جائزہ لیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

"فبعث الحسين بن علي إليهم مسلم بن عقيل فقال سر إلى الكوفة فانظر ما كتبوا به إلي فإن كان حقا قدمت إليهم"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف مسلم بن عقیل کو روانہ کیا اور روانہ کرتے وقت کہا کوفہ جاؤ وہاں جائزہ لینا کہ مجھے ان لوگوں نے جو خطوط لکھے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے اگر صورت حال ویسی ہی ثابت ہوئی جیسی انھوں نے بیان کی ہے تو پھر میں ان کے پاس چلا جاؤں گا۔

(الکامل في التاریخ ج4 ص21)

اور اہلِ کوفہ کو لکھ بھیجا۔

"أما بعد فقد فهمت كل الذي اقتصصتم وقد بعثت إليكم أخي وابن عمي وثقتي من أهل بيتي مسلم بن عقيل وأمرته أن يكتب إلي بحالكم وأمركم ورأيكم، فإن كتب إلي أنه قد اجتمع رأي ملإكم وذوي الحجى منكم على مثل ما قدمت به رسلكم أقدم إليكم وشيكاً إن شاء الله، فلعمري ما الإمام إلا العامل بالكتاب والقائم بالقسط والدائن بدين الحق، والسلام"

میں تمھارا مدعا و مقصد سمجھ چکا ہوں میں تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی اور خاندان کی معتمد علیہ شخصیت مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں میں نے اسے تاکید کر دی ہے کہ تمھارے حالات کے بارے میں مجھے لکھ بھیجے۔ اگر اس نے تمھارے بارے میں یہ رپورٹ دی کہ تمھارے سر کردہ افراد ایک ہی رائے رکھتے ہیں۔ اصل حالات ویسے ہی ہیں جو تمہارے قاصدوں نے بتائے ہیں۔ تو میں تمھارے پاس آ جاؤں گا۔

(الکامل فی التاریخ ج4 ص22)

ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کا نکلنا کوفہ کے حالات کے اطمینان بخش ہونے پر منحصر تھا۔ اور جب راستے میں مسلم بن عقیل کی شہادت اور کوفے کے حالات کے یکسر بگڑ جانے کی خبر ملی تو آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا۔

وکلائے یزید پر لازم ہے کہ قرآن پاک کی کوئی ایسی آیت مبارکہ یا ذخیرہ احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حالات کے یکسر تبدیل ہو جانے کے باوجود بھی آگے بڑھتے چلے جانا فرض ہے۔

بسا اوقات ایسے ہوتا ہے انسان حالات کے مطابق کوئی لائحہ عمل تیار کرتا ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ جن حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قدم اٹھایا تھا اب وہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ لٰہذا سابقہ پالیسی موجودہ حالات میں سازگار نہیں وہ اپنی پالیسی تبدیل کر لیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے کہاں حکم دیا

ہے کہ حالات خواہ بدل جائیں۔ تم نے اپنی پالیسی نہیں بدلنی اگر پالیسی تبدیل کروگے تو گناہگار تصور کیے جاؤ گے۔۔۔؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمر قال : لما حاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف فلم ينل منهم شيئا قال إنا قافلون إن شاء الله فثقل عليهم وقالوا نذهب ، ولا نفتحه؟ وقال مرة نقفل فقال اغدوا على القتال فغدوا فأصابهم جراح فقال إنا قافلون غدا إن شاء الله فأعجبهم فضحك النبي صلى الله عليه وسلم.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا پھر جب محاصرے سے مطلوبہ ہدف حاصل نہ ہوا تو فرمایا ان شاء اللہ ہم کل واپس لوٹ جائیں گے۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری کہنے لگے ہم اسے فتح کیے بغیر واپس کیسے لوٹیں؟ فرمایا (ٹھیک ہے) پھر جنگ کرو، راوی کہتا ہے جنگ ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شدید زخمی

ہوئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اب ہم واپس لوٹیں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات بہت اچھی لگی۔ نبی ﷺ مسکرانے لگے۔

(صحیح البخاری حدیث نمبر 4325)

اب بتائیں وہ لوگ جو بار بار یہی رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ " معرکہ کربلا حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا اگر دینی معرکہ ہوتا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ واپسی کا ارادہ نہ کرتے "

درج بالا روایت کے بارے میں کیا رائے دیں گے نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا جہاد کے لیے نہیں نکلے تھے؟ طائف کا محاصرہ کرنا کیا حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا؟

روایت پر غور کریں صاف الفاظ ہیں "طائف کا محاصرہ کیا جب فتح نہ ہوئی تو واپسی کا اعلان فرمایا"۔ یہاں ناصبی حضرات کیا فتویٰ صادر کریں گے ۔۔۔کیا۔۔۔ یہاں بھی فتوی یہی ہو گا کہ یہ حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا۔ اگر حق و باطل کا

معرکہ ہوتا تو آپ ﷺ واپسی کا ارادہ نہ فرماتے۔ نعوذ باللہ من ذلک

قارئین کرام:

حقیقت یہ ہے کہ جب سپہ سالار میدان جہاد میں نکلتا ہے تو حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنا طریقِ کار وضع کرتا ہے۔ حکمت عملی اپناتا ہے اور جب حالات میں واضح تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ تو اپنی حکمت عملی بھی تبدیل کر لیتا ہے۔ تاریخِ اسلام میں اس کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

نوٹ یہ ساری بحث اُس وقت ہے جب ناصبیوں کی بیان کردہ روایت کو اصولِ روایت و اصولِ درایت کی روشنی میں صحیح ثابت کر دیا جائے۔

شُبہ

جب کوفی فوج نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حراست میں لے لیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے ایک پیش کش یہ بھی کی تھی کہ میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہاں واپس جانے دیا جائے۔اگر جہاد کے مقصد سے آئے ہوتے تو واپسی کی بات نہ کرتے کیونکہ جہاد سے واپس ہونا کبیرہ گناہ ہے۔

ازالہ

اولا: درج بالا روایت بوجوہ قبولیت کا درجہ نہیں رکھتی ضعیف ومردود ہے۔

ثانیا: اگر حامیان یزید اس روایت کو صحیح تسلیم کروانے پر مصر ہیں تو اس سے بھی انھیں کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔کہ مجاہد جب میدان میں نکلتا ہے تو حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے لائحہ عمل

مرتب کرتا ہے۔ پھر جب دیکھتا ہے کہ میں نے جن حالات کے پیشِ نظر لائحہ عمل تشکیل دیا تھا وہ یکسر تبدیل ہو گئے ہیں تو فوراً اپنا طریقہ کار بدل لیتا ہے۔ پیش آمدہ حالات کے لیے نئی حکمت عملی طے کرتا ہے۔

شبہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔

" اتق الله فی نفسك والزم بيتك ولا تخرج على امامك"

اللہ سے ڈرو اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور اپنے امام پر خروج نہ کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا:

" اتق الله ولا تضرب الناس بعضهم ببعض"

اللہ سے ڈرو آدمیوں کو آدمیوں سے نہ مرواؤ۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص163)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرتے ہوئے یزید کے خلاف لڑنے سے منع کرتے رہے۔ ثابت ہوا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خروج غیر شرعی تھا۔

ازالہ

قارئین کرام: ہم نہایت افسوس سے کہتے ہیں کہ ناصبی دراصل سیدنا حسین علیہ السلام کے مقام و مرتبہ سے یکسر ناآشنا ہیں یا فرامینِ نبویہ پڑھ لینے کے باوجود سیدنا حسین علیہ السلام کا بغض لیے بیٹھے ہیں۔ جو انہیں اس طرح کی ہفوات بکنے پر مجبور کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام اور قیامت تک آنے والی امت کو اہلِ بیت اطہار کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اہلِ بیتِ اطہار متبوع ہیں اور صحابہ کرام ہوں، تابعینِ کرام ہوں یا قیامت تک آنے والے اہلِ ایمان وہ سب تابع ہیں۔ افسوس ناصبیوں کی اس قبیح حرکت پر کہ حضرت جابر

بن عبداللہ کی طرف منسوب ایک تاریخی مردود روایت پیش کر کے سیدنا امام حسین علیہ السلام کے خروج کو غیر شرعی قرار دیتے رہتے ہیں۔جب کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ایک ایسی حدیث مبارکہ جو ناصبیت کی جڑیں ہی کاٹ دیتی ہے اُس کو چھپائے بیٹھے ہیں۔ ہم وہ روایت افادہ عام کی غرض سے سپرد قلم کر دیتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجتہ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قصواء اونٹنی پر تشریف فرما تھے۔میں نے خود سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے۔

"یا ایها الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی"

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان سے وابستہ رہو گے۔ ہر گز گمراہ نہیں ہو گے۔ سنو! ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری آل و اولاد۔:

(المعجم الاوسط حدیث نمبر 5747،
تحفۃ الاطراف حدیث نمبر 2615،
المسند الجامع حدیث نمبر، 2440،
جامع ترمذی حدیث نمبر 3786،
ناصر الدین البانی فرماتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے
مسند ابی یعلی حدیث نمبر 7021،۔
حسین سلیم اسد کہتے ہیں رجالہ رجال الصحیح)

برادرانِ اسلام اس حدیث مبارکہ میں واضح طور پر اہل بیت اطہار کے نقشِ قدم پر چلنے کو گمراہی سے محفوظ رہنے کا سبب قرار دیا گیا ہے اور قابلِ غور بات یہ کہ اس حدیث مبارکہ

کے راوی بھی حضرت جابر بن عبداللہ ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خود ایسی روایت بیان فرمائیں جس میں اہل بیت اطہار کو معیارِ ہدایت قرار دیا گیا ہو اور پھر حضرت حسین ہی کو کہنے لگیں۔ "اتق اللہ ولا تضرب الناس بعضھم ببعض"

اللہ سے ڈرو آدمیوں کو آدمیوں سے نہ مرواؤ۔

کیا یہ بدبخت نواصب محبِ یزید میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں۔ کہ حضرت جابر بن عبداللہ جیسے صحابی کے بارے میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے کانوں سے سنی ہوئی روایات کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے اور روایات بھی وہ جسے اکثر بیان بھی کرتے رہے؟

علاوہ ازیں مذکورہ بالا روایات نہایت درجے کی مردود و ناقابل اعتبار ہیں۔ اسی لیے علامہ ابن خلدونؒ نے لکھا۔

"ولا انکرواعلیه ولا ا ثموہ لانه مجتھد وھو اسوۃ المجتھدین"

(مقدمہ ابن خلدون ص 113)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (یزید کے خلاف خروج کو ناجائز قرار دیتے ہوئے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نہ اعتراض کیا اور نہ ہی انھیں گناہگار قرار دیا۔ کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خود مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے لیے اسوہ تھے۔

شبہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو منع کیا اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام خروج جہاد ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منع نہ کرتے۔

ازالہ

یہ کہنا کہ " صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا حسین علیہ السلام کو روکا تھا لہٰذا یہ جہاد نہیں، یقین جانیے یہ حضرت حسین علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بدترین الزام ہے۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیدنا حسین علیہ السلام پر اعتراض آتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض یہ کہ وہ حضرت حسین علیہ السلام کے اقدام خروج کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور سیدنا حسن علیہ السلام پر غیر شرعی اور ناجائز اقدامِ خروج کرنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ یہاں ناصبیوں نے بدترین تلبیس سے کام لیا ہے۔ حقیقت کے چہرے کو بُری طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کُتبِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے پر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف اس لیے روکا تھا کہ حالات ساز گار نہیں۔ خروج سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سلطنتِ یزیدیہ کا تسلط بُری طرح قائم ہو چکا ہے۔ اور سیدنا حسین علیہ السلام جن کے بلاوے پر جا رہے ہیں۔ وہ بدترین قسم کے غدار و بے وفا لوگ ہیں۔ ایسے غدار و بے وفا لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے بنو امیہ کی سلطنتِ قاہرہ سے ٹکر لینا سود مند نہیں، نقصان کے

امکانات یقینی اور زیادہ ہیں۔ لہٰذا آپ کوفہ نہ جائیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم نے پوچھا

"این ترید یا بن فاطمة"

اے سیدہ فاطمہ کے نور نظر کدھر کا ارادہ ہے۔ فرمایا:

"العراق و شیعتی"

میں سرزمین عراق اور اپنے ساتھیوں کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا

"انی کاره لو جهك هذا تخرج الی قوم قتلوا اباك"

میں آپ کے اس سفر کو مناسب نہیں سمجھتا۔ آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں۔ جنھوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص151)

☆ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

"متعنا بنفسك ولا تسر فوالله لئن قتلت ليتخذونا خولاً و عبيدا"

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ نہ جائیں۔ ہمیں اپنی ذاتِ اقدس سے فائدہ حاصل کرنے دیں۔ خدا کی قسم اگر آپ شہید ہوگئے تو یہ حکمران طبقہ ہمیں غلام بنالے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ج4ص150)

☆ عبداللہ بن جعفر نے خط میں لکھا تھا۔

"ان اهلكت اليوم طفى نورالارض فانك علم المهتدين ورجاء المومنين"

اگر آپ شہید ہو گئے تو دنیا کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام ہیں۔ اہلِ ایمان کی امیدوں کا مرکز و محور ہیں۔

(الکامل ج3ص277)

برادرانِ اسلام:

یہ ہیں وہ اسباب جن کی بناپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روکا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس لیے روک رہے ہیں کہ کوفہ والے بے وفا و غدار قسم کے لوگ ہیں۔ ایسے غداروں کے پاس پر خطر حالات میں جانا ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ نہ جائیں۔ جبکہ ناصبی محققین اس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام کا نکلنا ناجائز تھا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع کیا تھا۔ یہ بدترین قسم کی تلبیس و دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

شبہ

نبی کا فرمان ہے۔

"من اتاکم وامرکم علی رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ" (مسلم)

جب تمہارا کسی آدمی پر اتفاق ہو چکا ہو اور کوئی شخص تمہارے پاس آکر تمہارے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو اسے قتل کر ڈالو۔

ثابت ہوا۔ امیر المومنین کی بغاوت کرنے والے کے قتل کا حکم خود رسول اللہ نے دیا ہے۔ شریعت کے سامنے سب ایک ہیں۔ یزید بر حق ثابت ہوتا ہے نہ کہ حضرت حسین ۔ نیز حضرت حسین کا قتل کیا جانا از روئے شریعت جائز تھا۔

ازالہ

مذکورہ بالا الفاظ لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد کے تحت ناصبیوں کے اس غلیظ ترین اعتراض کو ذکر کیا ہے۔ عوام الناس یہ نہ سمجھیں کہ یہ غلیظ ترین سوچ شاید پہلے وقتوں میں بعض ذہنوں میں پائی جاتی ہو

گی۔آج کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو ایسی غلیظ و گھٹیا سوچ رکھتا ہو۔

قارئین کرام:

بخدا یہ الفاظ کئی جگہ ناصبیوں کے منہ سے میں نے خود سنے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اٹھنا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں اکابرینِ اسلام کا موقف کیا ہے۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:۔

"زعموا مع ذلك أن السلطان لا ينكر عليه الظلم والجور وقتل النفس التي حرم الله - - - فصاروا شرا على الأمة من أعدائها المخالفين لها لأنهم أقعدوا الناس"

وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حاکمِ وقت خواہ ظلم و جور کی راہ اپنائے ، ناحق قتل کرے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جائے گی۔ یہ لوگ دراصل امت کے بدترین دشمنوں

میں سے ہیں۔ اس امت کا نقصان اسلام کے دشمنوں نے اتنا نہیں کیا۔ جتنا نقصان ان لوگوں نے کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے امتِ محمدیہ کو ظالم حکمرانوں کے خلاف میدانِ جہاد میں آنے سے روک دیا ہے۔

(احکام القرآن ج2ص320)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے باب وجوب طاعۃ الامراء میں لکھا ہے

"وقد رد عليه بعضهم هذا بقيام الحسن وابن الزبير وأهل المدينة على بني أمية وبقيام جماعةعظيمة من التابعين والصدر الأول على الحجاج مع بن الأشعث وتأول هذا القائل قوله أن لا ننازع الأمر أهله في أئمة العدل وحجة الجمهور أن قيامهم على الحجاج ليس بمجرد الفسق بل لما غير من الشرع وظاهر من الكفر قال القاضي۔

کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہیے۔ان کا بعض علمائے کرام نے رد کیا ہے۔اور دلیل یہ پیش کی ہے۔کہ حضرت حسین، عبداللہ بن زبیر، اہل مدینہ یزید کے خلاف اٹھے تھے۔ تابعین کی بہت بڑی جماعت نے ابن الاشعث رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت حجاج کے خلاف خروج کیا تھا۔

(شرح صحیح مسلم از امام نووی ج12ص229)

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

"وإذا جار والي الوقت ، وظهر ظلمه وغشمه ، ولم ينزجر حين زجر عن سوء صنيعه بالقول ، فلأهل الحل والعقد التواطؤ على خلعه ولو بشهر الأسلحة ونصب الحروب . هذا كلام إمام الحرمين"

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج 1 ص 131)

جب حاکمِ وقت ظلم و ستم پر اتر آئے اور اس کا ظلم ظاہر ہو جائے۔ اگر اسے زبان سے نصیحت کی جائے پھر بھی ظلم و تشدد سے بعض نہ آئے۔ تو اہلِ حل و عقد، ذمہ دارانِ امت پر واجب ہے۔ کہ سب متحد ہو کر اسے اقتدار سے الگ کر دیں۔ اسے اقتدار سے ہٹانے کے لیے خواہ اسلحہ اٹھانا پڑے، جنگ لڑنی پڑے۔ امام الحرمین کا یہی فتویٰ ہے۔

صاحبِ شذرات الذہب نے یہاں تک لکھ دیا ہے۔

"نقل الاتفاق ایضا علی تحسین خروج الحسین علی یزید و خروج ابن الزبیر و اهل الحرمین علی بنی امية ثم راو جواز الخروج علی من کان مثل یزید"

(شذرات الذہب ج1ص68)

حضرت حسینؓ کے یزید کے خلاف اور ابنِ زبیرؓ اور اہلِ حرمین کے بنو امیہ کے خلاف اقدامِ خروج کی تحسین پر علماء کا اتفاق منقول ہے۔ پھر علماء نے ہر ایسے حکمران کے خلاف اقدامِ خروج جائز قرار دیا ہے جو یزید جیسا ہو۔

یاد رہے "سیدنا حسین علیہ السلام کو باغی کہنے والے خود خارجی ہیں"

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا ہے۔

" واما ما تفوه بعض الجهلة من ان الحسين کان باغيا فباطل عند اهل السنة والجماعة ولعل هذا من هذيانات الخوارج الخوارج عن الجاة"

رہی یہ بات جو بعض جاہلوں نے پھیلائی ہوئی ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام باغی تھے تو یہ بات اہلِ سنت کے ہاں باطل ہے۔ شائد یہ بات ان خارجیوں کی بکواسات میں سے ہے جو راہِ حق سے بھٹک گئے ہیں۔

(شرح فقہ الاکبر)

امام حسین علیہ السلام کو باغی کہنے والوں کے بارے میں ابنِ تیمیہ کی رائے

"غلو الناصبة الذين يزعمون ان الحسين رضى الله عنه خارجيا واته يجوزقتله"

ناصبیوں نے غلو کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت حسین خارجی تھے اور ان کا قتل جائز تھا۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج2ص652)

قارئین کرام:

ابنِ تیمیہ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ جو لوگ حضرت حسین علیہ السلام کو باغی قرار دے کر ان کا قتل جائز قرار دیتے ہیں وہ عام ناصبی نہیں بلکہ وہ کٹر ترین قسم کے غالی ناصبی ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں یہ لوگ لعنتی ہیں:

"حکمو ا بان الحسین السبط رضی اللہ عنه و ارضا ہ باغ علی الخمیر السکیر الھاتك لحرم الشریعة المطھرة یزید بن معاویة لعنهم اللہ فیاللہ العجب من مقالات تقشعر منها الجلود و یتصدع من سماعها کل جلمود"

ان لوگوں نے کہا ،نواسہ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اُس بدترین قسم کے شرابی ، نشئی اور شریعت مطھرہ کی واجب الاحترام شخصیات و مقامات کی بے حرمتی کرنے والے یزید بن معاویہ کی بغاوت کی تھی۔ اللہ ایسے لوگوں پر لعنت برسائے ۔کیا ہی تعجب انگیز بات ہے۔ یہ تو ایسی باتیں

ہیں۔ جنھیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کان پھٹ جاتے ہیں۔

(نیل الاوطار ج7ص201)

شُبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج سے امت کا دینی فائدہ ہوا اور نہ ہی دنیاوی، جس اقدام کا نہ دینی فائدہ ہو اور نہ ہی دنیاوی اسے جہاد کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

ازالہ

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے اقدامِ خروج کو وہی شخص فضول قرار دے گا۔ جو تاریخ اسلام سے ناواقف ہو گا یا سیدنا امامِ حسین علیہ السلام سے انتہا درجے کا بغض رکھتا ہو، سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے اس انقلابی اقدام نے اسلامی تاریخ پر ایسے مثبت اثرات

ڈالے ہیں۔ جنہیں تاریخ کا ہر طالب علم سمجھتا اور جانتا ہے۔ یہ تاریخِ اسلام کی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ شہادتِ حسین علیہ السلام کے بعد جس قدر اسلامی تحریکیں چلی ہیں ان کی معرکہ کربلا سے ہی بنیاد پڑی ہے۔ اسلام کا نقصان جس قدر نام نہاد مسلمان حکمرانوں نے کیا اتنا نقصان کافر بادشاہوں نے بھی نہیں کیا۔ سیدنا حسین علیہ السلام کا خروج علی الاعلان امت کو دعوتِ جہاد دیتا ہے کہ اے مسلمان جب تمہارا حکمران شریعت کے منافی اقدام کرنے لگے تو اس کے خلاف میدانِ عمل میں نکل۔

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کے اس انقلابی اقدام نے قیامت تک کے لیے حریت و آزادی کی شمع روشن کر دی، اقبال نے اسی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

چون خلافت رشته از قرآن گسیخت

حریت را زهر اندر کام ریخت

خاست آں برجلوۀ خیرالامم

چوں سحابِ قبله باراں درقدم

بر زمینِ کربلا باریدورفت

لاله در ویرانه ها کارید و رفت

تا قیامت قطعِ استبداد کرد

موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد

جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے توڑ کر حریت کے حلق میں زہر ٹپکا دیا تو بہترین امت کا بہترین جلوہ یوں اٹھا جیسا کہ قبلہ کی طرف سے بارش سے بھرا ہوا بادل اٹھتا ہے۔ اور وہ بادل کربلا کی زمین پر برسا اور گزر گیا۔ اور اس ویرانے میں حریت کے مختلف قسم کے پھول اگائے اور چلا گیا۔ قیامت تک کے لیے استبداد کی جڑیں کاٹ ڈالیں۔ ان کے خون نے ایک چمن پیدا کر دیا۔

شُبہ

خلافتِ یزید پر ایسا اتفاق رائے ہوا ویسا کسی بھی خلیفہ کی ذات پر نہیں ہوا تھا۔ تو ایسا خلیفہ جس کی خلافت پر تمام رعایا متفق ہو چکی ہو اس کے خلاف خروج کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

ازالہ

حجاج بن یوسف نے یزید کے بیٹے خالد سے کہا تھا۔

"ان الذی ضرب مائة بیسفی هذا کلهم یشهدون علی ابیك الکفر وشرب الخمر حتی اقروا انه خلیفة"

میں وہ شخص ہو جس نے اس تلوار (اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) کے ساتھ ایسے سو افراد مارے، جو تیرے باپ یزید کے شرابی اور کافر ہونے کی گواہی دیا کرتے تھے ، میں لوگوں کو مارتا رہا مارتا رہا، حتیٰ کہ لوگ یزید کے خلیفہ ہونے کا اقرار کرنے لگے۔

(العقد الفرید ج2 ص30)

قارئینِ کرام:

یہ رہا خلافتِ یزید پر بے مثل اتفاقِ رائے۔ ہم ناصبیوں کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایسا اتفاق رائے پہلے کسی خلیفہ پر نہیں ہوا تھا۔

امیر کے خلاف خروج کا مسئلہ

وکلائے یزید اٹھتے بیٹھتے وہ روایات دہراتے رہتے ہیں۔
جن میں امیر کی اطاعت کا حکم ہے۔ اور امیر کے خلاف
خروج سے منع کیا گیا ہے۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ
کسی طرح لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھا دی جائے،
کہ امیر کی اطاعت واجب ہے۔ اس کے خلاف خروج کی
سخت ممانعت ہے۔ واضح ہے کہ جب یہ بات آدمی کے
ذہن میں بیٹھ جائے تو پھر سیدنا حسین علیہ السلام کا یزید کے
خلاف خروج کرنا خلافِ شرع محسوس ہو گا۔ اور یزید
حق بجانب ثابت ہو گا۔ یہی وجہ ہے، کہ یہ ناصبی
اطاعت امیر سے متعلقہ روایات اپنی کتب و رسائل میں
درج کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ ناصبیوں

کے ان دلائل کا مختصر طور پر جائزہ لے لیا جائے، تاکہ عوام الناس ان کے مکروفریب کا شکار نہ ہونے پائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"اسمعوا وأطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي كأن رأسه زبيبة"

کہ امیر کی بات سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ اگرچہ تمہارا امیر ایسا حبشی غلام بنا دیا جائے جس کا سر انگور جیسا ہو۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"من رأى من أميره شيئا فكرهه فليصبر، فإنه ليس أحد يفارق الجماعة شبرا فيموت إلا مات ميتة جاهلية"

تم میں سے جو شخص اپنے امیر کی طرف سے کوئی ایسی حرکت دیکھے۔ جسے وہ ناپسند کرتا ہو، تو اسے چاہیے کہ صبر کرے، کیونکہ جو شخص بالشت بھر جماعت سے جدا ہوا، پھر اسی حالت میں مر گیا تو جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"عن أبى ذر قال إن خليلى أوصانى أن أسمع وأطيع وإن كان عبدا مجدع الأطراف"

مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ امیر کی بات سنوں اور اس کی فرمانبرداری کروں۔

(صحیح مسلم 1499)

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

"عن عرفجة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول إنه ستكون هنات وهنات فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة وهى جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان"

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ عنقریب فتنے رونما ہوں گے۔ تو جو شخص امت کے اس امر میں تفریق ڈالنا چاہے۔ اور امت مجتمع ہو چکی ہو۔ تو اس شخص کو تلوار کے ساتھ قتل کر ڈالو۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر 4904)

قارئین کرام:۔ یہ وہ روایات ہے۔ جنہیں محمود عباسی سے لیکر ہر چھوٹے بڑے ناصبی نے اپنی کتب و رسائل میں درج کیا ہے اور ان روایات کو نعوذ باللہ سیدنا

حسین علیہ السلام پر چسپاں کرتے ہوئے یزید کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اب آتے ہیں ان روایات کے اصل مفہوم کی طرف:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا اصل مفہوم یہ ہے۔ کہ امیر کی فرمانبرداری کی جائے، محض تکبر کی وجہ سے لوگ امیر کی بات کو نہ ٹھکرائیں۔اس روایت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ امیر خواہ شریعت کی دھجیاں بکھیرتا چلا جائے، کسی نے امیر کے خلاف خروج نہیں کرنا۔دنیائے یزیدیت کو دعوتِ عام ہے کہ ثابت کریں سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے کبھی کہا ہو، کہ میں اعلیٰ و افضل ہوں اس وجہ سے میں امیر کی بات نہیں مانوں گا۔

رہی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تو یہ بھی یزید کے حق میں نہیں کیونکہ اس سے تو صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ امیر کسی کے ساتھ ناروا سلوک کرے تو اس آدمی کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ اس کی طرف سے ہونے والی کسی زیادتی کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت سے جدا نہ ہو جائے۔ حامیانِ یزید پر لازم ہے کہ ثابت کریں کہ سیدنا حسین علیہ السلام نے کبھی کہا ہو کہ یزید نے میری ذات پر زیادتی کی ہے۔ اس لیے میں اس کے خلاف خروج کا اعلان کرتا ہوں۔

کسی معتبر و مسلمہ امام سے ثابت کریں کہ حضرت حسین علیہ السلام نے اپنی ذات کی خاطر یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔

رہی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی راویت ، یہ بھی وہی مفہوم رکھتی ہے۔ جو مفہوم سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا ہے۔ یعنی محض تکبر کرتے ہوئے کسی امیر کی اطاعت سے انکار نہ کیا جائے۔ کہ میں اعلیٰ قبیلے سے ہوں اور امیر ادنیٰ قبیلے سے ہے۔ وغیرہ وغیرہ

رہی حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت تو یہ بھی یزید کے حق میں نہیں۔ اس روایت میں " أن يفرق أمر هذه الأمة وهى جميع " کے الفاظ اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ وہ ایسا امیر ہو جس پر امت جمع ہو چکی ہو۔ یزید کی امارت پر امت کا جمع ہو جانا ثابت ہی نہیں۔ لہٰذا یزید ایسا امیر ثابت نہیں ہوتا ، جس کے خلاف خروج ناجائز قرار پائے۔ یہ تو تھی بات حامیانِ

یزید کی طرف سے پیش کی جانے والی روایات کے اصل مفہوم کی۔ اب آتے ہیں ان دلائل کی طرف جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج کرنا جائز ہی نہیں بلکہ شرعی تقاضا تھا۔

1۔یزید کے خلاف خروج جائز تھا، دلیل یہ ہے کہ سیدنا امامِ حسین علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت نےیزید کے خلاف خروج کیا تھا۔

ناصبی لوگ دوغلی پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے تو قبول کر لیتے ہیں، لیکن سیدنا حسین علیہ السلام کے عمل کی تردید کرنے لگتے ہیں۔ جابجا کہتے اور لکھتے رہتے ہیں کہ یزید کی بیعت برحق

تھی کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اہلِ خانہ کو منع کیا تھا کہ یزید کی بیعت نہ توڑو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے کو گلے لگا لینا اور مدینہ کے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کے عمل کو ٹھکرا دینا اور اس کے ساتھ ساتھ سیدنا حسین علیہ السلام کے عمل کو بھی خلافِ شرع قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لوگ یزید کی بے جا وکالت پر کمر بستہ ہو چکے ہیں اور سیدنا حسین علیہ السلام کا بغض دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں۔

جب وہ روایات پیش کی جاتی ہیں جن سے یزید کی مذمت نکلتی ہے تو کہنے لگتے ہیں ان روایات کو محدثین نے یزید پر چسپاں کیا ہے جو تم کر رہے ہو۔؟

ہم بھی ان حامیانِ یزید سے سوال کرنا چاہیں گے۔ یہ روایات جو تم یزید کے حق میں پیش کرتے رہتے ہو، کیا محدثینِ کرام نے ان روایات کو یزید کے حق میں اور سیدنا حسین علیہ السلام کی مخالفت میں پیش کیا ہے؟

قارئینِ کرام اب ہم وہ روایات ذکر کرتے ہیں جنہیں حامیانِ یزید چھپائے بیٹھے ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے۔

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع أن يغيره بيده فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان"

کہ تم میں سے جو کوئی بھی برائی دیکھے (اگر سکت رکھتا ہو) تو اس پر فرض ہے اس برائی کو ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی سکت نہ پاتا ہو تو زبان سے روکے۔ اگر زبان سے روکنے کی سکت نہ پاتا ہو تو اپنے دل میں روکنے کا ارادہ رکھے، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

) صحیح مسلم حدیث نمبر 186،
مسند عبد بن حمید حدیث نمبر 906،
ابو داؤد حدیث نمبر 1140،
ترمذی حدیث نمبر 2172،
امام ترمذی فرماتے ہیں حسن صحیح،
ابنِ ماجہ حدیث نمبر 4013،
ابنِ حبان حدیث نمبر 307،
مسند ابی یعلیٰ حدیث نمبر 1009،
بیہقی حدیث نمبر 19966،

مسند احمد حدیث نمبر 11478،
(اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"إنه سيكون عليكم أمراء يظلمون ويكذبون فمن صدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه ولا يرد علي الحوض،ومن لم يصدقهم بكذبهم ولم يعنهم فهو مني وأنا منه وسيرد علي الحوض"

کہ جلد ہی تم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں گے، جو ظلم کریں گے،اور کذب بیانی سے کام لیا کریں گے۔ تو جس شخص نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ان کے ظالمانہ اقدامات میں ان کی معاونت کی ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا اس سے کوئی تعلق

رہے گا۔ایسا شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر آ نہیں سکے گا۔اور وہ شخص جس نے نہ تو ان کے جھوٹ کو سچ قرار دیا اور نہ ہی ان کا معاون ثابت ہوا، ایسا شخص میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر آ جائے گا۔

(مسند البزار حدیث نمبر2732،
صحیح الترغیب والترہیب حدیث نمبر2244،
رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد حدیث نمبر9262)

امام محمد بن ابراہیم المعروف ابن الوزیر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

امام صاحب نے اپنی معروف تصنیف "الروض البسام" میں ایک فصل قائم کی ہے، لکھتے ہیں

"الفصل الثانی فی بیان ان منع الخروج علی الظلمة استثنی من ذلك من فحش ظلمه و عظمت المفسدة لولا یته مثل یزید بن معاویه والحجاج ابن یوسف"

دوسری فصل اس بات کی وضاحت کے بارے میں ہے۔ کہ ظالم حکمرانوں پر خروج کی جو ممانعت ہے اس سے ایساظالم حکمران مستثنیٰ ہے جس کا ظلم عیاں ہو چکا ہو اور اس کی حکومت کی وجہ سے معاشرے میں عام بگاڑ پیدا ہو رہی ہو۔ جیسا کہ یزید بن معاویہ، حجاج بن یوسف ہیں۔

(باالفاظِ دیگر بعض حکمرانوں کے خلاف خروج نہیں کیا جا سکتا اور بعض کے خلاف خروج کیا جا سکتا ہے یزید

بن معاویہ اور حجاج بن یوسف ایسے حکمران ہیں جن کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے)

ثابت ہوا مجتہدالزماں علامہ ابن الوزیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یزید کا ظلم کھل کر سامنے آ چکا تھا اس کی حکومت و اقتدار کی وجہ سے معاشرے میں فساد پیدا ہو رہا تھا۔ اور آگے جا کر ابنِ حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں امام صاحب نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا تھا، کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے کی ممانعت پر اجماع ہے۔ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا اور خاص طور پر ابو بکر القاری کا بھرپور رد لکھا تھا۔ اور دلیل یہ پیش کی تھی ۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام اور آپ کے

ساتھیوں نے یزید کے خلاف خروج کیا۔ حضرت ابن الاشعث رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت جلیل القدر تابعین اور اعلیٰ درجے کے مسلمانوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا۔ اجماع کا دعویٰ کہاں گیا۔

تمہارا کیا خیال ہے کہ یزید اور حجاج کے خلاف خروج کرنے والے کافر ہو گئے اللہ کی قسم جو ان پاک باز ہستیوں کو کافر قرار دے گا۔ وہ ہاں اس بات کا مستحق ہو جائے گا کہ اسے کافر قرار دیا جائے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے۔ کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور اس بات کو ذہن نشین کر لے، کہ آج انسان جو کچھ زبان سے ادا کرے گا، قیامت کے دن اسے اس کا پورا

بدلہ دیا جائے گا۔ بروزِ محشر اس سے یقینا باز پرس کی جائے گی۔

(الروض البسام ج2ص53)